47032 ـ وصيت اور وراثت كا ايك مسئلہ

سوال

ميرى ايك بيوى اور دو بيٹے اور والدہ، اور بہن اور نانى ہے، ہمارى پرورش ہمارے دادا جان نے كى جو كہ اب فوت ہو چكے ہيں، جب سے ہم اپنے والد سے عليحدہ ہوئے ہيں تقريبا تئيس برس سے ہمارى پرورش دادا جان ہى كر رہے ہيں، اس عرصہ ميں ہمارے والد نے ہم سے كوئى رابطہ نہيں ركھا، اور نہ ہى عليحدگى سے ليكر اب تك ہمارے والد نے ہمارا خرچ ہى برداشت كيا ہے.
ميں ايك گھر كا مالك ہوں، اس كا كچھ حصہ ميرى والدہ نے مجھے ہديہ ديا تھا، اور گھر كا كچھ حصہ ميں نے اپنى رقم سے بنايا ہے، اب يہ گھر ميرے نام ہے، اور اسى فيصد (80 %) ميرا سرمايہ ہے، اور ميرا باقى سرمايہ بہت ہى كم ہے جو كہ نقدى اور حصص كى صورت ميں ہے، شريعت اسلاميہ كى حدود ميں رہتے ہوئے ميں اپنى آخرى وصيت كس طرح لكھ سكتا ہوں ؟

پسنديدہ جواب

الحمد للہ.

اول:

كسى بھى شخص پر اپنى زندگى ميں تركہ تقسيم كرنے كى وصيت لكھنى واجب نہيں؛ كيونكہ وراثت كى شروط ميں جس كا وارث بنا جائے اس كى موت كا ثابت ہونا ہے، اس ليے جب اس كى موت واقع ہو جائے تو پھر اس كا تركہ شرعى تقسيم كے مطابق اس كے زندہ ورثاء كے درميان تقسيم كيا جائيگا.

اس ليے كہ ہر وارث كا حصہ شريعت ميں مقرر اور فرض كيا گيا ہے كيونكہ اللہ سبحانہ وتعالى كا فرمان ہے:

والدين اور رشتہ داروں نے جو كچھ تركہ چھوڑا ہے اس ميں سے مردوں كا حصہ ہے، اور عورتوں كا بھى حصہ ہے جو والدين اور رشتہ داروں نے چھوڑا ہے چاہے وہ مال كم ہو يا زيادہ يہ حصے مقرر كردہ ہيں النساء (7).

اور افضل يہ ہے كہ تركہ كى جلد تقسيم نہ كى جائے، ليكن اگر وہ شخص جس كا وارث بنا جا رہا ہے اسے خدشہ ہو كہ اس كى موت كے بعد ورثاء ميں جھگڑا و فساد بپا ہو جائيگا، يا پھر تركہ كى تقسيم ميں شرعى اصول و ضوابط كو مد نظر نہيں ركھا جائيگا، بلكہ اپنے ملك كے وضعى قانون كے مطابق تقسيم كرينگے نہ كہ شرعى تقسيم تو پھر اس صورت

میں اس پہلے سے لکھ کر رکھنا ممکن ہے.

دوم:

اگر فرض کر لیا جائے کہ آپ کی ممتلکات کی تقسیم صرف سوال میں مذکور اشخاص پر منحصر ہو، اور وہ دو بیٹے، ایك بیوی، ماں، اور نانی اور ایك بہن، اور باپ ہیں (آپ نے بیان کیا ہے کہ آپ کا والد زندہ ہے، چاہے وہ آپ سے علیحدہ ہوچکا ہے، اور اس نے آپ کے واجب کردہ حقوق یعنی خرچ وغیرہ بھی ادا نہیں کیا، لیکن وہ آپ کا وارث ہے، اور آپ اس کی وراثت ك حقدار ہونگے) تو اس صورت میں ترکہ کی تقسیم کچھ اس طرح ہوگی:

بیوی کو آٹھواں حصہ ملےگا، اور باپ اور ماں میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملےگا، اور باقی مانندہ ترکہ دونوں بیٹے برابر برابر لینگے.

اور آپ کے لیے جائز نہیں کہ ان میں سے کسی ایك کے لیے بھی اس کے فرض کردہ حصہ سے زائد وصیت کریں، کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

" یقینا اللہ تعالی نے ہر حقدار کو اس کا حق ادا کر دیا ہے، تو وارث کے لیے کوئی وصیت نہیں "

سنن ترمذی حدیث نمبر (2046) علامہ البانی رحمہ اللہ تعالی نے اسے صحیح قرار دیا ہے.

اور اس مسئلہ میں بیٹوں اور باپ کی وجہ سے بہن محروم ہو جائیگی لہذا وہ ان کی موجودگی میں وارث نہیں بن سکتی، اور نانی بھی ماں کی موجودگی میں وارث نہیں بنےگی.

اور آپ کے لیے جائز ہے کہ بہن اور نانی کے لیے وصیت کرنا جائز ہے لیکن یہ وصیت ایك تہائی حصہ سے زائد نہ ہو.

سوم:

آپ نے سوال میں بیان کیا ہے کہ آپ کی والدہ نے آپ کو گھر کا ایك حصہ بطور ہدیہ دیا ہے، لیکن آپ نے یہ بیان نہیں کیا کہ اس نے آپ کی بہن کو اس میں سے کچھ دیا ہے یا نہیں ؟

اگر تو آپ کی والدہ نے آپ کی بہن کو کچھ نہیں دیا تو پھر اس نے عطیہ اور ہبہ کرنے میں اپنی اولاد کے مابین عدل و انصاف سے کام نہیں لیا اور کسی بھی شخص کے لیے جائز نہیں کہ وہ اپنی اولاد میں کسی کو تو کچھ ہبہ کردے اور کسی کو نہ دے، یا پھر ان میں سے کسی ایک کو دوسرے پر فضیلت دیتے ہوئے زیادہ چیز ہبہ کرے، بلکہ اس کے لیے عدل و انصاف کرنا واجب ہے.

اس کی دلیل نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالی عنہ کی یہ حدیث ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ:

" جب ان کے والد نے انہیں ایك باغ ہدیہ میں دیا تو وہ انہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لیکر آئے تا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس پر گواہ ہوں تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" کیا تو نے اپنی ساری اولاد کو اسی طرح ہدیہ دیا ہے ؟

تو انہوں نے جواب دیا: نہیں، تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" اللہ تعالی کا تقوی اختیار کرو اور اس سے ڈرتے ہوئے اپنی اولاد کے مابین عدل و انصاف کرو "

صحیح بخاری حدیث نمبر (2398).

اور اولاد میں عدل و انصاف اس طرح ہوگا کہ بیٹے کو دو بیٹیوں جتنا دیا جائے، اس لیے کہ اللہ تعالی نے وراثت میں اسی طرح تقسیم کی ہے، اور اللہ تعالی کی تقسیم سے زیادہ عدل و انصاف کوئی اور نہیں کر سکتا.

اس بنا پر یا تو آپ اپنی بہن کو والدہ کی جانب سے دیے گئے حصہ کا ایك تہائی دیں، یا پھر اپنی والدہ کا عطیہ واپس کر دیں، لیکن اگر آپ کی بہن ہنسی خوشی اور رضامندی سے اپنا حق معاف کر دے تو پھر کوئی حرج نہیں.

واللہ اعلم .